54. P. Monroe, *A Brief course in the History of Education*, (New York: The Macmillan company, 1974) P. 29, 68-72.

55. Radhakrishnan, *History of Philosophy, Eastern and Western*, (London : George Allen and Unwin, 1953) Vol. 3, P. 223.

56. Ibid, Vol. 2, PP. 230—240.

٥٧- الفارابی ، فصول المدنی ، ص ١٢٧

٥٨- الفارابی - رسالة التنبیه علی سبیل السعادة

٥٩- فارابی ، تحصیل السعادة

60. J. Dewey, *Democracy and Education*, (New York, The Macmillan Company, 1961) PP. 334-339.

61. W. Boyd, *The History of Western Education*, PP. 338-339 365-366.

62. Rousseau, *Emile*, Translated by B. Foxley, (London : Everyman Library, 1907).

٦٣- فارابی - فصول المدنی ، ص ١٥٢

*ڈاکٹر ثمر فاطمہ مسعود

مسلمان عورت اور ملازمت

کسی بھی مذہب ، قانون یا معاشرہ کا اصل مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اجتماعی زندگی یا نظام تمدن میں مرد و عورت کے درمیان صحیح تعلقات اور ان کا درست مقام کس طرح متعین کرے ۔ حقیقت یہ ہے کہ صحیح مقام متعین کرنے کے لیے دونوں صنفوں کی نفسیات ، ان کے طبعی و فکری رجحانات اور ان کی عقلی و فکری اور عملی قوتوں کا حقیقت پسندانہ جائزہ انتہائی ضروری ہے ۔

تہذیب کی تاسیس اور تمدن کی تشکیل و تعمیر میں مرد و عورت دونوں برابر کے شریک ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ اگر ہم تمدن و معاشرت کی فلاح و بقا اور اصلاح چاہتے ہیں تو دونوں صنفوں کی تہذیب نفس ، اخلاقی و دماغی تربیت اور عقلی و فکری نشو و نما یکساں ضروری ہے ۔

اس حقیقت کے پیش نظر اسلام جو ایک فطری دین ہے، اس نے عورت کو اس کے فطری دائرہ میں رکھتے ہوئے اسے عزت و عظمت کا ایسا مقام عطا کیا ہے اور اسے ایسے تعلیم وتربیت کے مواقع بہم پہنچائے ہیں کہ جن کی بنا پر وہ اپنی مخفی صلاحیتوں کو اجاگر کرتے ہوئے معاشرہ میں اپنا بھرپور کردار ادا کر سکتی ہے ۔

اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ صحابیات اور قرن اول کی مسلمان عورتیں امور خانہ داری کے علاوہ دیگر معاملات مثلاً معیشت ، سیاست ، حصول علم اور فریضہ تبلیغ و جہاد میں بھی پیش پیش رہیں اور اسلامی معاشرہ ان کی راہ میں حائل نہیں ہوا ۔ حضرت شفاء بنت عبداللہ اس پیرایہ کا سیاسی شعور رکھتی تھیں کہ حضرت عمر فاروق جیسے مدبر حکمران بھی ان سے مشورہ لیتے تھے ۔ علوم اسلامیہ مثلاً حدیث ، تفسیر اور فقہ میں بے شمار صحابیات اور قرن اول کی مسلمان عورتوں کو کمال حاصل تھا ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ انصار کی عورتیں بھی خوب تھیں ۔ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے سلسلہ میں حیاء اور شرم ان کے لیے رکاوٹ نہ بنتی تھی ۔"[1] اور خود حضرت عائشہ کی تو بات ہی کیا تھی ۔ آپ ایک ایسی معلمہ ثابت ہوئیں جن کے حلقہ درس میں مرد بھی شامل تھے ۔ حضرت عائشہ کے شاگرد عروہ بن زبیر ان کی علمی بصیرت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ انہوں نے

---

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اسلامیات ، پنجاب یونیورسٹی ، لاہور

حضرت عائشہ سے زیادہ قرآن اور فضائل ، حلال و حرام ، شعر و ادب ، اہل عرب کی تاریخ اور ان کے حسب و نسب کو جاننے والا کسی کو نہیں پایا ۔۲

موسیٰ بن طلحہ سے روایت ہے کہ ''میں نے عائشہ سے زیادہ فصیح کسی کو نہیں پایا ۔''۳

ابو موسیٰ اشعری رسول مقبولؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مردوں میں سے تو بہت کامل گزرے ہیں لیکن عورتوں میں مریم بنت عمران اور آسیہ (فرعون کی بیوی) کے علاوہ کوئی کامل نہیں ہوئی ۔ اور عائشہ کی (علمی) فضیلت تمام کھانوں پر ایسی ہی ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر فضیلت ہے۔''۴

علم و ادب ، شاعری ، صنعت و حرفت اور تجارت میں بھی بے شمار نام گنوائے جا سکتے ہیں اور جہاد میں شمولیت و جنگی خدمات کے سلسلہ میں حضرت عائشہ صدیقہ ، ام سلیم ، (غزوہ حنین) ، فاطمہ بنت عبداللہ ، ام عمارہ (غزوہ احد) ، حضرت حفصہ (غزوہ خندق) ، حضرت خولہ ، حضرت جویریہ ، حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیق (جنگ یرموک) ، اسماءؓ بنت یزید اور ام سلیط اور ان جیسے بے شمار ناموں سے کون واقف نہیں ۔

غرض یہ کہ اگر اسلامی تاریخ پر نظر غائر ڈالی جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ خواہ وہ عرب کا علاقہ ہو یا اندلس کا ، ترکی کا ہو یا ایران کا ، برصغیر کا ہو یا افریقہ کا ، غرضیکہ ہر جگہ اور ہر دور میں کبھی بھی مسلمان عورت کو غیر ضروری قید و بند میں نہیں رکھا گیا بلکہ اس نے حتی المقدور ہر شعبہٗ زندگی میں اپنی حدود میں رہتے ہوئے نمایاںؑ خدمات سرانجام دیں ۔

کہا جاتا ہے کہ انسان کی زندگی کی تین بنیادی احتیاجات ہیں ۔ یعنی نیند ، صنفی خواہش اور بھوک ۔ ان احتیاجات میں سے بھوک یا فکر معاش ایک ایسی فکر ہے جس کی خاطر انسان کو بے شمار قسم کی جسمانی اور ذہنی قباحتوں اور مشکلات سے گزرنا پڑتا ہے ۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے کہ اسلام مکمل اور فطری ضابطہ حیات ہونے کی بنا پر زندگی کی ہر قباحت اور ضرورت کو سمجھتا ہے اور اس کے لیے لائحہ عمل بھی پیش کرتا ہے، لہذا اس نے بنی نوع انسان کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص معیشت اور معاش سے متعلق بھی ایک ایسا واضح اور منظم نظام فراہم کیا ہے جو دنیا و آخرت دونوں میں انسانوں کی کامیابی کی دلیل ہے ۔

اسلام انسان کی معاشی سرگرمیوں کو نہ صرف جائز اور مستحسن قرار دیتا ہے بلکہ ضروری اور واجب کا درجہ دیتا ہے اور معاشی جدوجہد کے لیے پوری

زمین کو انسان کے لیے میدان عمل قرار دیتا ہے ، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے : "ولقد مکناکم فی الارض وجعلنا لکم فیھا معایش۔"

"اور بے شک ہم ہی نے تم کو زمین پر رہنے کی جگہ دی اور اس میں تمہارے لیے سامان معاش پیدا کیے۔"[۵]

گویا تمام ذرائع و وسائل جن پر انسان کی معاش کا انحصار ہے سب اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ۔ البتہ انسان ذرائع پیداوار کے اکتساب اور استعمال کے معاملہ میں آزاد نہیں بلکہ اس کے اختیارات اللہ اور اس کے رسول کی مقرر کردہ حدود کے پابند ہیں اور ان حدود میں سے ایک بڑی حد کسب حلال ہے ۔

کسب حلال اسلام کے معاشی نظام کی بنیادی شرط ہے اور حلال کمائی کا حصول نماز کے بعد ایک مسلمان کا سب سے بڑا فریضہ ہے ۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"فاذا قضیت الصلواۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا"
"جب نماز سے فارغ ہو تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو ۔"[۶]

اور خود نبی کریم نے فرمایا : "طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ"
یعنی "حلال کمائی کا طلب کرنا فرض کے بعد فرض ہے"[۷] ۔

گویا کسب حلال مسلمان کی ایک بڑی ذمہ داری ہے اور جو اس ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہوتا وہ دین و دنیا دونوں میں نقصان اٹھاتا ہے ۔ ایک مرتبہ ایک انصاری نے رسول مقبولؐ سے سوال کیا : "آپ نے اس کو محنت کی ترغیب اس طرح دی کہ اس کی دو معمولی چیزیں یعنی کمبل اور پیالہ دو درہم میں فروخت کر کے وہ دو درہم اس کو دیے اور ایک درہم کا گھر والوں کے لیے کھانا خریدنے کو کہا جبکہ دوسرے درہم سے اس کو ایک تیشہ خریدوا کر دیا جس سے اس نے لکڑیاں کاٹیں اور دس درہم کمائے" ۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا :

"ھذا خیرلك من ان تجیء المسئلۃ نکتۃ فی وجھك یوم القیامۃ"
یعنی "یہ تیرے لیے بہتر ہے اس بات سے کہ قیامت کے دن سوال تیرے چہرے میں برا نشان یا داغ ہو۔"[۸]

اب جہاں تک اس بات کا سوال ہے کہ اسلام مسلمان عورت پر حصول معاش کی ذمہ داری ڈالتا ہے یا نہیں تو اس سلسلہ میں ہمیں جو بنیادی بات مدنظر رکھنی پڑے گی وہ یہ ہے کہ اسلامی شریعت عورت پر بچہ کی پیدائش اور پھر اس کی تربیت کی جو بنیادی ذمہ داری ڈالتی ہے (ایسی ذمہ داری جس میں اس نے بچہ کے احساس

و شعور کو جلا بخش کر اسے معاشرہ کا مفید اور فعال رکن بنانا ہوتا ہے) آیا وہ تو عورت کی معاشی جدوجہد سے متأثر نہیں ہوتی ؟ - کیونکہ ملازمت کے معنی جس کا مادہ لازم ہے ، کسی کے پاس ہمیشہ رہنا ، خدمت ، نوکری ، ٹہل اور سیوا کے ہیں اور اسی ملازمت کی انگریزی زبان میں اس طرح تعریف کی گئی ہے کہ :

"Duty performed for others, or a life devoted to public service or employment, especially public employment."[۹]

گویا عورت اگر ملازمت کرے گی تو اسے پابندی کے ساتھ گھر سے باہر رہ کر اپنے باس کی یا اپنے آفس کی سیوا اور خدمت کرنی پڑے گی -

دوسری بات جو مدنظر رکھنی پڑے گی وہ یہ ہے کہ دور جدید میں جبکہ معاشرتی اقدار تیزی سے تبدیل ہو رہی ہیں اور ذرائع ابلاغ کے مؤثر کردار کی وجہ سے مسلمان عورت مغربی دنیا کی تبدیلیوں سے ناواقف بھی نہیں تو ہم کہاں تک اس کو روایتی طرز زندگی اپنانے پر آمادہ کر سکتے ہیں - یہ حقیقت ہے کہ آج بھی جبکہ عورت کی آزادی کو جانچنے کے پیمانے بدل گئے ہیں، ایک عام تأثر یہی ہے کہ اگر عورت گھر کی چار دیواری سے باہر نکل کر ملازمت اختیار کرتی ہے تو وہ آزاد ہے ورنہ وہ پابند اور ستم زدہ ہے -

اس کے علاوہ ایک اور بات جو ہمیں پیش نظر رکھنی ہوگی وہ یہ ہے کہ وسائل و ذرائع کی کمی ، بے روزگاری ، مہنگائی ، نمائش اور دکھاوے کا رجحان ، مقابلہ کی دوڑ اور بڑھتے ہوئے اخراجات نے کئی خاندانوں کی عورتوں کو فیکٹریوں، ملوں اور دفتروں میں لا کھڑا کیا ہے - گویا موجودہ دور میں یہ عورت کی مجبوری بن گئی ہے کہ وہ ملازمت اختیار کرے -

اسلامی معاشرہ میں عورت کو کسب کی ذمہ داری سے مبرا قرار دیا گیا ہے اور قوام کی حیثیت سے یہ مرد کی ذمہ‌داری ہے کہ وہ بیوی کو نان و نفقہ فراہم کرے - بہرحال یہاں پر یہ حقیقت واضح رہنی چاہیے کہ اگر عورت پر معاشی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی اور پیسہ مرد کے ہاتھ میں رہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ عورت معاشی لحاظ سے کمزور ہے یا وہ اس قابل نہیں کہ اس ذمہ داری کو اٹھا سکے -

اسلامی معاشرہ میں عورت ملازمت نہ کرنے کے باوجود مالی لحاظ سے کافی مضبوط ہوتی ہے مثلاً :

(الف) مسلمان عورت کو حق ملکیت حاصل ہے - اگر اس کے پاس پہلے سے کچھ دولت موجود ہے یا بعد میں کسی جائز ذریعہ سے آتی ہے تو وہ اس کو اپنی مرضی سے خرچ کرنے کی مجاز ہے - شوہر کو یہ حق نہیں کہ وہ اس دولت پر تصرف کرسکے -

(ب) مرد عورت کے نفقہ کا ذمہ دار ہے اور شوہر کے مال پر بیوی کو تصرف کا حق حاصل ہے -

(ج) حق مہر کی صورت میں بیوی کو ایک معقول رقم مل سکتی ہے -

(د) اور مسلمان عورت کو اپنے قریبی رشتہ داروں سے وراثت میں سے حصہ ملتا ہے -

بہرحال اس عام کلیہ کے باوجود کہ عورت معاشی ذمہ داری سے مبرا ہے ، قرآن مجید کی ایک آیۃ ایسی بھی ہے جو مخصوص حالات میں یا ضرورت کے تحت عورت کو اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ وہ معاشی جدوجہد کرے -

ارشاد باری تعالی ہے :

للرجال نصیب مما اکتسبوا و للنساء نصیب مما اکتسبن واسئلواللہ من فضلہ -

''مردوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے اور عورتوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے اور مانگو اللہ سے اس کا فضل-''۱۰

اس آیۃ کی تفسیر میں بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ یہ آیۃ دراصل روحانی زندگی سے متعلق ہے - غور طلب بات یہ ہے کہ قرآن مجید کی سورۃ المنافقون کی دسویں آیۃ میں بھی معاشی جدوجہد کے لیے لفظ ''فضل'' ہی استعمال ہوا ہے - دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ اس آیۃ سے قبل کسی کا مال ناحق استعمال کرنے اور کسی کو ناحق قتل کرنے کی ممانعت آئی ہے کہ مال و دولت یا عیش و عشرت کی خاطر کسی اور کا مال ناجائز طریقے سے مت حاصل کرو بلکہ خود اپنی سعی و جدوجہد اور کسب سے اللہ کا فضل (جس کی ایک صورت مال و دولت بھی ہو سکتی ہے) تلاش کرو -

لہذا حقیقت یہ ہے کہ یہ آیۃ دراصل روحانی اور معاشی دونوں زندگیوں پر یکساں حاوی ہے - مرد کی طرح اگر عورت بھی روحانی بلندیاں حاصل کرنا چاہے تو اسے اجازت ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نیک اعمال کرے اور اگر وہ معاشی

جدوجہد میں حصہ لینا چاہتی ہے تو اس کی بھی اس کو اجازت ہے ۔ گویا وہ فضائل و کمالات اور اعلیٰ مراتب جو اختیاری ہیں ان کی تحصیل میں کسب و اکتساب ، جدوجہد اور سعی و عمل مرد و عورت دونوں کے لیے یکساں ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اسی سورۃ کی آیۃ ۱۲۴ میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ جو کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت دونوں جنت میں جائیں گے ۔ اسی طرح سورہ توبہ کی آیات ۷۲-۷۱ میں بھی مرد و عورت دونوں کو مخاطب کر کے اجر کا وعدہ کیا گیا ہے ۔

دراصل نیک کام دنیاوی زندگی سے بھی متعلق ہو سکتا ہے ۔ اس لیے کہ اسلام کی رو سے عبادت محض نماز ، روزہ ، زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی ہی کا نام نہیں بلکہ زندگی کے تمام معمولات اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق انجام دینا عبادت ہے ۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر مسلمان عورت تمام تر حدود و قیود کی پابند ہو کر معاشی جدوجہد کرتی ہے اور اپنے فطری اور بنیادی فریضہ یعنی بچہ کی پرورش و تربیت سے غفلت نہیں برتتی اور نہ ہی اپنے شوہر کو اس ضمن میں ناراض کرتی ہے تو اس کا یہ عمل یقیناً عمل صالح ہی قرار پائے گا جس کا صلہ اس کو اس دنیا میں بھی ملے گا اور اخروی زندگی میں بھی وہ اجر و ثواب کی حقدار ہو گی ۔

مسلمان عورت کے مال کمانے ، اس کو رکھنے اور اس پر تصرف کا حق اس طرح بھی ثابت ہوتا ہے کہ عورت اپنے مال کو تجارت میں لگا کر اس پر نفع لے سکتی ہے ۔ (اس سلسلہ میں حضرت خدیجہ کی واضح مثال ہمارے سامنے ہے) اور پھر اپنی اس کمائی کو جس طرح چاہے خرچ کر سکتی ہے۔ مثلاً :

(الف) خیراتی کاموں پر خرچ کر سکتی ہے :

ان المسلمین والمسلمات . . . والمتصدقین والمتصدقات . . . اعداللہ لھم مغفرۃ و اجراً عظیماً ۔

”بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں...اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں...اللہ نے رکھی ہے ان کے واسطے معافی اور اجر عظیم۔“[۱]

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے :

ان المصدقین والمصدقات واقرضواللہ قرضاً حسنا یضاعف لھم ولھم اجر کریم ۔

"بے شک خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور جو لوگ اللہ کو خوش دلی سے قرض دیتے ہیں قیامت کے دن ان کو ان کے قرض کا دگنا ادا کر دیا جائے گا اور ان کو اجر عظیم بھی ملے گا۔"[۱۲]

صحابیات میں یہ وصف بہت زیادہ تھا ، حضرت اسماء بنت ابوبکر بڑی فیاض تھیں ۔ ایک مرتبہ وہ صدقہ و خیرات کرنا چاہتی تھیں لیکن ان کے پاس کچھ نہ تھا ۔ انہوں نے حضور کی اجازت سے اپنے شوہر کی آمدنی سے صدقہ کیا ۔[۱۳]

(ب) کسی کو ہدیہ کر سکتی ہے :

و'اتوالنساء صدقتھن نحلة ۔ فان طبن لکم عن شیء منه نفساً فکلوہ ھنیئاً مریاً ۔

"اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے ڈالو ۔ پھر اگر وہ اس سے کچھ چھوڑ دیں تم کو اپنے دل کی خوشی سے تو وہ مزے سے کھاؤ۔"[۱۴]

گویا وہ رقم جو بیوی کو مہر کی صورت میں ملتی ہے اس میں سے اگر وہ چاہے تو کچھ رقم تحفہ اپنے ہی شوہر کو دے سکتی ہے ۔ بہرحال یہ بیوی کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ ایسا کرے یا نہ کرے ۔

(ج) کسی کو قرضہ دے سکتی ہے :

یاایھاالذین آمنو اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ ۔

"اے ایمان والو جب تم آپس میں ادھار (قرض) کا معاملہ کیا کرو کسی مقررہ مدت تک کے لیے تو اس کو لکھ لیا کرو ۔"[۱۵]

اس آیة میں "یاایھا الذین آمنو" کہہ کر مرد و عورت دونوں کے لیے ایک کلیہ بنا دیا گیا ہے کہ وہ احتیاطاً ایسے لین دین کو جو مقررہ مدت تک ہو یادداشت کے لیے لکھ لیا کریں اور اسی آیة میں آگے مزید احتیاط کی خاطر یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس معاملہ پر دو مردوں کو گواہ بھی کر لو لیکن اگر دو مرد گواہ موجود نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ کر لیا جائے ۔ ظاہر ہے کہ اگر عورت مالی معاملات میں شامل نہ ہوتی تو اس کی گواہی کا ذکر کیوں ہوتا ؟ لہذا اس آیة سے بخوبی یہ واضح ہو جاتا ہے کہ عورت مرد ہی کی طرح ہر قسم کا معاملہ اور لین دین کرے گی ۔

(د) اپنے مال کے متعلق وصیت کر سکتی ہے ۔
من بعد وصیة یوصین بها او دین ۔

''بعد وصیت کے جو (بیویاں) کر گئیں یا بعد قرض کے۔''[۱۶]

سورہ نساء کی اس آیہ میں شوہر اور بیوی کے میراث کے حقوق کے تعین کے سلسلہ میں بات ہو رہی ہے کہ اگر بیوی مر جائے اور اس کے اولاد بھی ہو تو اس صورت میں شوہر کو بیوی کے ترکہ سے ایک چوتھائی ملے گا لیکن یہ ایک چوتھائی اس مال کے نکالنے کے بعد ملے گا جس کی وہ وصیت کر جائیں یا جو قرض ان کے ذمہ ہے اس کی ادائیگی کے بعد ۔

(ہ) اور زکواۃ کی ادائیگی بھی مرد و عورت دونوں پر یکساں فرض ہے :
واقمن الصلوۃ واتین الزکوۃ

''اور نماز قائم کرو اور زکواۃ دیتی رہو۔''[۱۷]

یعنی جس طرح عورت پر نماز قائم کرنے کی ذمہ داری ہے بعینہ زکواۃ کی ادائیگی بھی اس پر (اگر وہ صاحب نصاب ہے) فرض ہے ۔ عورت پر زکواۃ کی اس فرضیت سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ عورت معاشی طور پر خود کفیل بھی ہو سکتی ہے ۔ اس آیة سے اسلامی شریعت کے اس خوبصورت اصول کی بھی تصدیق ہوتی ہے کہ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس میں عورت بیوی بننے کے بعد اپنی انفرادیت نہیں کھوتی اور وہ ہر لحاظ سے علیحدہ شخصیت اور تشخص کی حامل ہوتی ہے ۔ ورنہ اگر سارا مال شوہر کا ہی ہوتا تو بیوی کو کبھی یہ نہ کہا جاتا کہ وہ نماز کی طرح زکواۃ بھی ادا کرے گی ۔ ظاہر ہے کہ مال اس کا اپنا ہو گا تو وہ اس پر زکواۃ ادا کرے گی ۔ ورنہ اس کے تو نان و نفقہ تک کی ذمہ داری شوہر پر ہے ۔

دور اول میں مسلمان عورتوں کی معاشی سرگرمیاں

جیسا کہ پہلے کہا گیا کہ اسلام میں بنیادی طور پر کسب یا معاش کی ذمہ داری مرد پر ہے لیکن اس کے باوجود حالات و واقعات کی مناسبت سے اگر کبھی یہ ذمہ داری عورت پر بھی آ جاتی ہے یا صرف عورت پر ہی آ جاتی ہے تو اسلام اس کو ممنوع قرار نہیں دیتا بلکہ عورت کی اس معاشی جدوجہد پر اس کو دوہرا ثواب ملنے کی نوید سناتا ہے ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی بیوی صنعت و حرفت سے واقف تھیں اور اسی کے ذریعے اپنے خاوند اور بچوں کے اخراجات پورے کرتی تھیں ۔ نبی کریمؐ نے ان کو منع نہیں فرمایا بلکہ دوہرا ثواب ملنے کی بشارت دی۔ یعنی ایک تو صدقہ کا اور دوسرے اقرباء پروری کا ۔[۱۸]

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سودہ کو باہر دیکھ کر ڈانٹا تو وہ گھر چلی آئیں اور آ کر حضور اکرمؐ سے اس کا ذکر کیا ۔ واقعہ سننے کے بعد فوراً آپ پر نزول وحی کی کیفیت طاری ہوئی اور جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا :

انه قد أذن لكن ان تخرجن لحاجتكن

"بے شک اللہ نے تمہیں اپنی ضروریات کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے ۔"[19]

اسلام کی اسی حقیقت پسندی کی بنا پر اسلامی تاریخ ایسی مسلمان عورتوں کے ذکر سے بھری پڑی ہے جنھوں نے کسی نہ کسی طور پر معاشی جدوجہد کی ۔ مثال کے طور پر ابتدائی دور کی چند عورتوں کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے :

جابر بن عبداللہ کی روایت ہے کہ ان کی خالہ کو ان کے شوہر نے طلاق دے دی تھی اور ان کی خالہ نے عدت کے دوران ہی اپنے کھجور کے چند پیڑ کاٹنے اور ان کو فروخت کرنے کا ارادہ کیا تو ایک صاحب نے ان کو سختی سے روکا کہ عدت کے دوران گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ۔ اس بات پر جابر بن عبداللہ کی خالہ نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسئلہ کا حل پوچھا ۔ آپ نے جو جواب دیا وہ یہ تھا :

أخرجي فجدي نخلك لعلك أن تصدقي او تفعلي خيراً

"کھیت جاؤ اور اپنے کھجور کے درخت کاٹو اور فروخت کرو ۔ بہت ممکن ہے کہ اس رقم سے صدقہ و خیرات یا اور کوئی بھلائی کا کام کر سکو۔"[20]

حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ حضرت زبیر سے ان کا نکاح ہو چکا تھا اور اس وقت ان کے پاس نہ مال تھا نہ خادم اور نہ کوئی دوسری چیز ۔ صرف ایک اونٹ اور ایک گھوڑا تھا اور گھوڑے کی حفاظت اور گھر کا کام بھی وہ خود کرتی تھیں ۔ مزید وہ فرماتی ہیں کہ رسول مقبولؐ نے حضرت زبیر کو کاشت کے لیے کچھ زمین دے رکھی تھی اور میں اس زمین سے کھجور کی گٹھلیاں لایا کرتی تھی۔"[21]

حضرت عمر کے دور خلافت میں حضرت اسماء بنت مخرمہ عطر کا کاروبار کرتی تھیں ۔ تجارت کے حوالے سے حضرت خدیجہ کے نام سے کون واقف نہیں ۔ نکاح سے قبل خود آپ ان کا سامان تجارت دوسرے ممالک میں لے جاتے تھے ۔ اسی

طرح باغبانی، چارہ کی کٹائی، دستکا کھالوں کی دباغت میں عورتوں کی شمولیت مختلف احادیث سے ثابت ہے اور مسند احمد بن حنبل کی متعدد روایتوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحابیات عموماً کپڑا بنا کرتی تھیں۔

غزوۂ خیبر میں متعدد صحابیات جہاد میں شریک ہوئیں۔ رسول مقبولؐ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے ناراضگی سے پوچھا: ''تم کس کے ساتھ اور کس کی اجازت سے آئی ہو؟ وہ بولیں:''یا رسول اللہ ہم اون کاتتے ہیں اور اس سے خدا کی راہ میں اعانت کرتے ہیں۔ ہمارے ساتھ زخمیوں کے علاج اور دوا کا سامان ہے۔ لوگوں کو تیر اٹھا اٹھا کر دیتے ہیں اور ستو گھول گھول کر پلاتے ہیں''۔ جس پر آپ نے فرمایا اچھا چلو۔''[۲۲]

اس واقعہ سے اگر ایک طرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورتیں جہاد میں شریک ہونے کے لیے گھر سے باہر جاتی تھیں تو دوسری طرف یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ عورتیں معاشی جدوجہد کر کے جو رقم یا مال حاصل کرتی تھیں اس میں سے راہ خدا میں بھی خرچ کرتی تھیں۔ یوں نہ صرف عورت کی معاشی جدوجہد کا ثبوت مل جاتا ہے بلکہ اس معاشی جدوجہد سے حاصل کردہ مال پر اس کے تصرف کا حق بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ بیوی کو شوہر کے مال پر تصرف کا حق بھی حاصل ہے جبکہ شوہر کو بیوی کے مال پر خواہ وہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو تصرف کا حق حاصل نہیں۔

یہاں پر ایک نکتہ کی وضاحت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ پچھلی سطور میں ہم نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ عورت بوقت ضرورت ملازمت اختیار کر کے رقم حاصل کر سکتی ہے۔ بہرحال عورت کی وہ کمائی جو وہ ناچنے، گانے اور بدکاری سے حاصل کرے کسی صورت میں بھی جائز نہیں کیونکہ رسول مقبولؐ نے واضح طور پر اس سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد رسول مقبولؐ ہے: ''زانیہ عورت کی کمائی پلید ہے۔''[۲۳]

اس حدیث سے اگر ایک طرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زانیہ کی کمائی کھانا جائز نہیں تو دوسری طرف یہ بھی لتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ عورت کی جائز ذرائع سے حاصل شدہ کمائی حلال ہو گی۔

مسلمان عورت کی ملازمت کے لیے شرعی اور اخلاقی حدود

ایک بات جو مسلمان کے ذہن میں واضح ہونی چاہیے وہ یہ ہے کہ اسلامی شریعت (جس میں قرآن و سنت اور فقہ شامل ہیں) نے عورت کو بوقت ضرورت گھر

سے باہر ملازمت وغیرہ کے سلسلہ میں نکلنے کی اجازت تو دی ہے مگر حکم نہیں دیا۔ اسی طرح جس طرح نماز کے سلسلہ میں رویہ اختیار کیا گیا ہے۔ لہذا اس اجازت کو چند حدود مثلاً پردہ، آزادانہ اختلاط سے اجتناب، حفاظت نگاہ اور اظہار زینت کی ممانعت وغیرہ سے مقید کر دیا گیا ہے۔

اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ اسلامی معاشرہ میں معاش یا کسب کی ذمہ داری بنیادی طور پر مرد کی ہے لیکن بسا اوقات اگر مرد اس قابل نہ رہے یا مہنگائی بہت زیادہ ہو جائے یا پھر گھر میں کوئی ایسا مسئلہ پیدا ہو جائے کہ جس کی وجہ سے بڑی رقم درکار ہو تو اس صورت میں آپس کی باہمی رضامندی سے عورت معاشی سرگرمیوں میں مصروف ہو سکتی ہے۔ اختلاف رائے جہاں پر پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ عورت اپنی معاشی سرگرمی کے لیے گھر سے باہر نکلے یا نہ نکلے اور اگر نکلے تو کن حد بندیوں کے ساتھ؟

اب تک جتنی بات کی گئی ہے اس کی روشنی میں مصنف کا خیال یہ ہے کہ اس بات میں کوئی قباحت نہیں کہ عورت ملازمت کے لیے گھر سے باہر نکلے۔ البتہ عورت کے پردہ و حجاب کے خصوصی احکام اور اسلام کے مخصوص معاشرتی نظام کو مدنظر رکھتے ہوئے عورت پر وہ شرعی حدود لگائی جا سکتی ہیں کہ جن میں رہ کر وہ گھر سے باہر ملازمت اختیار کر سکتی ہے۔ چند شرعی حدود درج ذیل ہیں:

(الف) شوہر کی اجازت

بچہ کی پیدائش اور پھر تربیت کے لیے اللہ تعالی نے جس طرح ایک بڑی امانت کی ذمہ داری عورت کو سونپی ہے وہ خود اس بات کی شاہد ہے کہ اللہ نے عورت کو کس قدر عقل سلیم کی مالک سمجھا ہے کیونکہ ایک انسان کو سنوارنا اور اس کے احساس و شعور کو جلا بخش کر اسے مفید اور فعال رکن معاشرہ بنانا کوئی معمولی ذمہ داری نہیں۔ لہذا اس ذمہ داری کے ساتھ ساتھ معاشی ذمہ داری کا بوجھ بیوی کو اس وقت اٹھانا چاہیے جب واقعی اس کی ضرورت ہو اور اس کا شوہر اس پر راضی ہو اور نہ صرف شوہر رضامند ہو بلکہ بچوں کے لیے بھی کوئی ایسا معقول بندوبست ہو کہ وہ کم سے کم غفلت کا شکار ہوں۔

(ب) پردہ و حجاب کا استعمال اور اظہار زینت کی ممانعت

عمومی حکم کے طور پر اسلامی شریعت نے مرد و عورت دونوں کے لیے لباس کو لازم قرار دیا اور قرآن مجید کے ذریعہ یہ واضح کر دیا کہ لباس اللہ تعالی نے اس لیے لازم کیا ہے کہ وہ اولاد آدم کے جسموں کو ڈھانپتا ہے اور ان کے لیے زینت کا باعث بنتا ہے۔ بہرحال عورت کے لیے ستر کے احکامات مردوں سے زیادہ

سخت کر دیے گئے ہیں ۔ حضور اکرم نے فرمایا کہ جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آنا چاہیے سوائے چہرہ اور ہتھیلیوں کے ۔[۲۴] سورہ احزاب کی آیۃ ۳۳ اور ۵۹ اور اسی طرح سورۂ نور کی آیہ نمبر ۴ اور ۳۱ میں ستر اور حجاب سے متعلق واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے کہ اگر عورت گھر سے باہر نکلے تو غض بصر کے ساتھ ساتھ اور کونسی احتیاطی تدابیر اختیار کرے اور کس طرح اپنی ظاہری و فطری زینت کو لوگوں کی نگاہوں سے چھپائے ۔

(ج) آزادانہ اختلاط سے اجتناب

اسلامی شریعت مسلمانوں کی عفت و عصمت کی حفاظت کے لیے ایک اور بندش یا احتیاطی تدبیر یہ اختیار کرتی ہے کہ وہ مرد و عورت کے آزادانہ اختلاط کی ممانعت کرتی ہے ۔ اس لیے اگر مسلمان عورت ملازمت کی خاطر گھر سے باہر نکلتی ہے تو اسے یہ احتیاط بھی کرنی ہوگی کہ وہ مخلوط محفلوں سے حتی الامکان اجتناب کرے اور اس طرح یہ بھی کوشش کرے کہ کسی مرد سے تنہائی میں نہ ملے کیونکہ اسلامی نظریہ کے مطابق عورت و مرد کے فطری میلان کی وجہ سے اس بات کا خدشہ بہرحال موجود رہتا ہے کہ کہیں شیطان غالب نہ آ جائے۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اسلام مرد و عورت پر اعتبار نہیں کرتا ۔ لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ فطری جذبہ و میلان اپنی جگہ پوری قوت کے ساتھ موجود رہتا ہے ۔ اس لیے احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ ہر اس چیز سے حتی الامکان بچا جائے جو کسی فتنہ کا باعث بن جائے۔

(د) حفاظت نگاہ و عصمت

حفاظت نگاہ کے لیے سورہ نور میں عورتوں سے کہہ دیا گیا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں کیونکہ بے باک نگاہیں کئی فتنوں کو جنم دیتی ہیں ۔ اس لیے مسلمان عورت کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ حتی الامکان اپنی نگاہ کی حفاظت کرے اور آنکھوں کے ذریعہ کسی ایسے فتنہ میں نہ پڑے جو بعد میں اس کے لیے مشکلات پیدا کر دے ۔ عصمت کی حفاظت کے لیے گھر سے باہر تو عورت نے ہر ممکن تدبیر اختیار کرنی ہی ہے لیکن اسلام اس بارے میں اس قدر محتاط ہے کہ اس نے اس کی حفاظت کا اہتمام گھر سے ہی شروع کر دیا ہے یہ کہہ کر کہ اگر عورت کو اجنبی مرد سے بات کرنا پڑے تو خواہ وہ پردہ کی اوٹ سے ہی کیوں نہ ہو وہ اپنی آواز میں لوچ اور شیرینی نہ پیدا کرے مبادا کہ سننے والے کو کوئی غلط خیال نہ آ جائے ۔[۲۵] غرض یہ کہ اسلام نے عصمت و عفت کے لوازم قرآن مجید اور احادیث میں اتنی تفصیل اور صراحت کے ساتھ بیان کیے ہیں کہ ایک مسلمان عورت

با آسانی ان کا لحاظ و پاس رکھتے ہوئے گھر سے باہر معاشی جدوجہد میں مصروف ہو سکتی ہے -

ان تمام شرعی حدود کے علاوہ ایک مسلمان عورت اپنے مخصوص حالات کے پیش نظر کچھ اور بھی ایسی تدابیر اختیار کر سکتی ہے کہ جن کی مدد سے وہ اپنی ملازمت احسن طریقہ پر کر سکے - مثلاً وہ ایسی ملازمت اختیار کرے جس میں وقت صبح سے شام تک کا نہ ہو اور اس کے لیے ایک بہترین صورت تدریسی شعبہ سے منسلک ہونا ہے - اس طرح وہ نہ صرف وقت کی بچت کر سکے گی بلکہ اپنی فطری صلاحیت سے وہ اپنے بچوں کے ساتھ ساتھ دوسرے بچوں کی بھی صحیح تربیت کر سکے گی -

ماخذ

۱- صحیح بخاری شریف ، کتاب العلم ، ج ۱

۲- سیر الصحابیات ، مولانا سعید انصاری اور مولانا عبدالسلام ندوی ، صفحہ ۴۳ ، دارالاشاعت، ۱۹۷۹ء

۳- مشکوۃ شریف ، باب مناقب ازواج النبی ، ج - ۳

۴- صحیح بخاری شریف ، کتاب الاطعمۃ ، ج - ۳

۵- ۷ : ۱۰

۶- ۶۲ : ۱۰

۷- مشکوۃ شریف ، کتاب البیوع ، باب الکسب و طلب الحلال ، جلد - ۲

۸- سنن ابو داؤد شریف ، کتاب الزکواۃ، ج - ۱

۹- Webster's New World Dictionary, The World Publishing Company, New York, 1957

۱۰- ۳ : ۳۲

۱۱- ۳۳ : ۳۵

۱۲- ۵۷ : ۱۸

۱۳- صحیح مسلم ، کتاب الزکواۃ، باب الحدیث علی الصدقہ ولو قلیل